انتہا پسند.....کون؟

صدر محترم جنرل مشرف نے انتہا پسندی کی بڑی جامع تعریف فرمائی ہے کہ "اپنے خیالات ونظریات دوسروں پر زبردستی مسلط کرنا" ہمیں اس سے پورا پورا اتفاق ہے اور اس بات پر فخر ہے کہ عہد نبوی ﷺ سے لے کر تادم تحریر تاریخ عالم ایک بھی ایسی مثال نہیں پیش کرسکتی کہ کسی مسلمان نے کسی غیر مسلم کی گردن پر نوک شمشیر رکھ کر اس سے کلمۂ اسلام پڑھوایا ہو۔ حتی کہ مفتوحہ علاقوں کی غیر مسلم رعایا کو اسلام پیش تو کیا.....مگر انکار کی صورت میں، اسے اپنے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی دی اور اس کے جان ومال کی حفاظت اپنے اوپر لازم کر کے اسے اپنا "اہل ذمہ" قرار دیا۔ اور اس ذمہ داری کو کمال رواداری اور فراخدلی سے نبھایا۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر پر اپنے ہزار سالہ اقتدار کے بعد بھی ہنود کی تعداد مسلمانوں سے چار گنا زیادہ ثابت ہوئی بلکہ مسلم بادشاہوں کے عہد حکومت میں ایک نیا مذہب "سکھ پنتھ" کے نام سے عالم ظہور میں آیا۔ یہ مسلمانوں کی رواداری کی ناقابل تردید دلیل ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مغرب سے فکری طور پر مرعوب نام نہاد مسلمان دانشور ہر اس الزام اور تہمت کو قبول کر لیتے ہیں جو جدید چنگیزیت کے علمبردار صدر بش اور اس کے کروسیڈی حاشیہ بردار دامن اسلام پر لگاتے ہیں۔ اسی فکری شکست کے تحت ان نام نہاد دانشوروں نے اسلام اور اہل اسلام پر انتہا پسندی کی تہمت قبول کر لی ہے۔ اور چاہتے ہیں کہ اس بے بنیاد تہمت کا جواب دینے کیلئے، اپنا آئیڈیل حضرت محمد ﷺ کی جگہ ترکی کے مصطفٰی کمال اتاترک کو ٹھہرایا جائے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ایسے لوگوں کی عقل کہیں گھاس چرنے چلی گئی ہے جو قرآنی حکم کی موجودگی میں اپنا آئیڈیل حضرت محمد ﷺ کے علاوہ کسی غیر کو ٹھہراتے ہیں۔ ﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنۃ﴾ ترجمہ "تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے"۔ اسی بہترین نمونہ کیلئے انگریزی میں آئیڈیل استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم صدر مملکت سے بصد ادب التماس کرتے ہیں کہ وہ اپنے اس خیال سے رجوع کریں کہ ان کا آئیڈیل مصطفٰی کمال اتاترک ہے۔

یہ ان کا ذاتی خیال، ذاتی نظریہ اور ذاتی فکر ہے، اب اگر وہ اپنی اس فکر کو مملکت اسلام کے سولہ کروڑ مسلمانوں پر ریاستی اختیار کے زور پر مسلط کرتے ہیں تو یہ عمل یقیناً انتہا پسندی اور زبردستی ہے جو ان کی اپنی ہی

تعریف سے ثابت ہے۔ ہم نے سولہ کروڑ اہل اسلام کی بات کی ہے۔ وہ عورتوں کے پردہ کے متعلق اپنا نظریہ اپنے نہایت ہی قریبی ساتھیوں اور حامیوں کے حریم خانہ پر لاگو کر کے دکھا دیں تو ہم ہارے اور وہ جیتے! میراتھن ریس میں بے شک کنیئرڈ کالج کی نام نہاد روشن خیال چند طالبات کو تو شریک کیا جا سکتا ہے اور اسی طرح محترمہ نیلوفر بختیار صاحبہ اپنے غیر مسلم مرد انسٹرکٹر کی بانہوں میں جھول سکتی ہیں مگر خود صدر کی کابینہ میں اکثریت ایسے مسلمان وزراء کی ہے جو ان کے ریاستی جبر کے تحت میراتھن ریس کا اہتمام کرنے پر مجبور ہیں مگر اپنی بہو بیٹیوں کو اس میں شمولیت کیلئے لانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ تو کیا یہ صدارتی پالیسی ان کی اپنی ہی تعریف کے مطابق انتہا پسندی نہیں ہے؟ کیونکہ وہ اپنے خیالات' اہل اسلام پر ریاستی جبر کے تحت زبردستی مسلط کر رہے ہیں!

اسی طرح ان کا نام نہاد حقوق نسواں بل جو ہمارے نزدیک ''تشیع الفاحشہ'' کا بل ہے' صدر محترم کی انتہا پسندی ہے۔ یہ درست ہے کہ یہ بل انھوں نے پاس کرالیا ہے مگر یہاں بھی وہی بات ہے کہ انہوں نے اپنی ذاتی فکر کو ایک ربڑ سٹیمپ اسمبلی سے منظور کرایا ہے اور سولہ کروڑ اہل پاکستان پر اپنی رائے زبردستی مسلط کی ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ حق پھر ثابت ہو کر رہا جب ق لیگ کے 45 ایم۔این۔اے غیر حاضر رہے۔

ہم نے یہ تمہید اس لیے باندھی ہے کہ صدر محترم پر ثابت ہو کہ انتہا پسندی وہ خود کر رہے ہیں اور اسی کا ردِعمل ہے کہ طالبان وزیرستان سے اٹھ کر عین اسلام آباد میں خم ٹھونک کر کھڑے ہیں صدر اتاترک کی برانڈ اسلام یہاں لانا چاہتے ہیں، اسلام آباد میں انتہا پسند ان کے سامنے کھڑے انھیں للکار رہے ہیں۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے صدر کی انتہا پسندی کا ردعمل ہے۔

اسلام آباد میں گرائی گئی مساجد کا مسئلہ

اسلام غصب کی جگہ پر تعمیر مسجد کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر کوئی مسجد غصب کی جگہ پر بنی ہے اور اس کا مالک قیمت لے کر بھی اراضی دینے کو تیار نہیں ہے تو مسجد بنانے والوں کا فرض ہے کہ ملبہ اٹھا لیں۔ لیکن اسلام آباد کی اراضی' پاکستان کی ملکیت ہے۔ جس اسلام آباد میں بھانڈوں' رقاصاؤں اور فلم سٹاروں کو پلاٹ دیئے جاتے ہیں اور جہاں ضمیر خریدنے کیلئے پلاٹ عطا کئے جاتے ہیں، وہاں اگر مساجد بن گئی ہیں تو یہ غصب نہ ہے۔ اس لیے مساجد کا گرانا' ہر لحاظ سے بڑی بغاوت اور سرکشی ہے۔ ارضِ اسلام آباد' ارضِ اللہ ہے اور مسجد اللہ کا گھر ہے۔ کیا

ارضِ اللہ پر اللہ کا گھر بھی نہیں بن سکتا؟ اگر مساجد واقعی سی۔ڈی۔اے کی اجازت سے نہ بنی ہیں تو بھی کوئی قیامت نہیں آ گئی۔ یہ کوئی بڑا مسئلہ نہ تھا اور نہ مساجد گرانے کا کوئی جواز تھا۔ آسان بات تھی۔ آسان حل تھا کہ جگہ مساجد کو الاٹ کردی جاتی۔ رہا یہ کہ مساجد سی۔ڈی۔اے کے حکام کی ناک کے نیچے بستی رہیں......اور وہ سوتے رہے......

تو حکومت کو چاہیے تھا کہ سی۔ڈی۔اے کے ذمہ دار لوگوں سے جواب طلب کرتی......لیکن مساجد کا گرانا ہرگز جائز نہ تھا۔ اب بھی یہی حل ہے کہ سی۔ڈی۔اے انھی جگہوں پر مساجد بنا کر دے جہاں سے یہ گرائی گئی ہیں اور ساتھ وہ لوگ توبہ کریں جنھوں نے یہ گناہ کیا کرایا ہے۔ ملک کے طول و عرض میں سرکاری اراضی پر کچی آبادیاں قائم ہو رہی ہیں مگر وہاں یہی پالیسی اپنائی جاتی ہے کہ وہاں کے باسیوں کو مالکانہ حقوق دے دیئے جاتے ہیں مساجد تو بدرجہ اولیٰ اس پالیسی کی حقدار ہیں۔ یہ درست ہے کہ پاکستان کے تمام حکمران' امریکہ کی سندِ خلافت پر حکمرانی کرتے رہے اور کر رہے ہیں لیکن امریکی سند' آسمانی سند نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں' اسے حکومت دیتے ہیں اور جس سے چھیننا چاہتے ہیں' چھین لیتے ہیں اس لیے امریکی خوشنودی کے واسطے اسلامی مدارس اور مساجد کو گرانا اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے اور جس پر اللہ کا غضب ہوگا' اسے اور اس کی حکومت کو امریکہ نہیں بچا سکتا۔

(وما علینا الا البلاغ)

موت العالِم موت العالَم
مولانا عبدالغفار حسن کا سانحہ ارتحال

مورخہ 22 مارچ بروز جمعرات برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم دین، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالغفار حسن رحمانی طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)

مولانا مرحوم کا شمار اساطین العلم اور شیخ الشیوخ میں ہوتا ہے جنہوں نے علمی، ادبی، اور دینی اعتبار سے بھرپور زندگی گزاری شیخ مرحوم اس خاندان کے چشم و چراغ ہیں جو ڈیڑھ سو سال سے دینی و علمی خدمات سرانجام دے رہا ہے اور اب ان کے تمام صاحبزادگان اعلیٰ دینی تعلیمات یافتہ ہیں اور اکثر فضلائے مدینہ یونیورسٹی ہیں۔

رئیس الجامعہ نے مرکزی جامع مسجد چوک اہل حدیث میں اپنے دوسرے خطبہ کے دوران مولانا مرحوم کی علمی و دینی خدمات کو بیان کیا اور کہا کہ ان کی وفات سے جو خلاء ہوا ہے اس کا پُر ہونا بڑا مشکل ہے نماز جمعہ کے بعد مرحوم کی غائبانہ نماز جنازہ بھی پڑھائی چونکہ مرحوم کی وفات رئیس الجامعہ کے دورہ سعودی عرب کے دوران ہوئی تھی اس لئے رئیس الجامعہ اس سے اگلے روز اسلام آباد میں ان کے صاحبزادے ڈاکٹر سہیل حسن (پروفیسر